نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

# مرزا قادیانی

# مسیح کی موت


مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

# مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی، دعوئے نبوت اور ان کے گرد گھومنے والے واقعات اسلامی تاریخ کے ایک متنازع باب رہے ہیں۔ اس رسالے میں ہم جذبات کی بھڑاس نکالنے کے بجائے ان دعوؤں اور ان کے دستاویزی شواہد کا منظم، طبی اور اخلاقی تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔ خاص طور پر ہم درج ذیل پہلوؤں پر توجہ مرکوز کریں گے: مرزا قادیانی کے متعلق طبی نوعیت کے دعوے اور ان کے حوالہ جاتی ذرائع، ان دعوؤں کا ان کے زمانہ میں پھیلاؤ اور اثر، اور اس بات کی تحقیق کہ کیا بعض روایات یا بیانات نے ان کے جسمانی حالات کو غیر معمولی یا بیماری کے طور پر پیش کیا اور اگر ہاں تو ان بیانات کا ماخذ کیا ہے۔ اسی طرح رسالہ میں ہم اخلاقی و فقہی زاویہ نظر سے بھی جائزہ لیں گے کہ کسی مذہبی رہنما کے طبی یا ذاتی معاملات کو عوامی بحث میں لانے کے اصول و حدود کیا ہونے چاہئیں۔ ہمارا محققانہ ہدف نفرت یا تذلیل نہیں بلکہ شواہد کی جانچ، حوالہ جات کی درستی اور تاریخی سیاق و سباق میں معروضی تفسیر ہے، تاکہ پڑھنے والا خود فیصلہ کر سکے کہ کون سے دعوے قابل اعتماد ہیں اور کون سے مبینہ ہیں۔

## ٹٹی، موتر مرزا قادیانی کا معجزہ (نشان)

افسوس یہ لوگ فراست سے بھی کام نہیں لیتے۔ مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو ۲ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ

سر درد اور دوران سر اور کمی ءخواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے
ساتھ آتی ہے۔اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصّہ بدن میں ہے
وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسااوقات
سو۱۰۰ سو۱۰۰ دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت
پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے
شامل حال رہتے ہیں۔بسااوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے
جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں
ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھتے تک
مَیں زندہ رہوں گا۔اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز
موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مرضوں کے انجام
کی نظیریں بھی موجود ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 470،471)

## دوزرد چادروں سے مراد مرزا کی دو بیماریاں

مرزا غلام احمد قادیانی کا مذکورہ بیان اُس کی پوری شخصیت، دعوائے مسیحیت اور نام نہاد روحانی معجزات کے دعووں کو سمجھنے میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔اس اقتباس میں وہ نہ صرف اپنی شدید دائمی بیماریاں گنواتا ہے بلکہ غیر معمولی انداز میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ایک دن اور رات میں اُسے "سو سو بار" پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرتِ مرض کے باوجود اسے مسیح ہونے کا نشان قرار دیتا ہے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں انبیاء و اولیاء کے معجزات ہمیشہ قوت،شفاء اور صحت کے مظاہر ہوتے ہیں، جبکہ مرزا قادیانی اس کے برعکس اپنے امراض،کمزوری، چکر، بے خوابی، دل کے دَوروں اور ذیابیطس کے

سبب پیش آنے والی انتہائی تکلیف دہ کیفیات کو الٹا اپنے منصبِ مسیحیت کا ثبوت سمجھتا ہے۔ وہ اپنی جسمانی ناکارگیوں کو "دو زرد چادریں" کہہ کر ان کی تعبیر مسیح موعود کے نزول والی حدیث سے جوڑتا ہے، حالانکہ یہ تفسیر نہ علمی معیار رکھتی ہے نہ لغوی۔ بیماری کو معجزہ قرار دینا اپنے اندر ایک فکری تناقض رکھتا ہے، خصوصاً جب وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ اُسے کبھی یقین نہیں ہوتا کہ سیڑھی چڑھتے ہوئے اگلے قدم تک زندہ رہے گا۔ ایک مدعیٔ الہام، مدعیٔ مسیحیت اور دعوائے نبوت رکھنے والے شخص کے لیے مسلسل موت کے خوف، جسمانی بے بسی اور دن رات کی اس دردناک کیفیت کو معجزہ کہنا نہ عقلی ہے، نہ شرعی اور نہ ہی تاریخی۔ یہ عبارت خود مرزا کے اپنے قلم سے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس کی شخصیت روحانی قوت اور الہٰی طاقت کی بجائے ایک بیمار، کمزور اور لاعلاج جسم کے گرد گھومتی تھی اور اسی کمزوری کو اُس نے مذہبی تقدس کا لبادہ پہنانے کی کوشش کی۔

## مرزا قادیانی کا معجزہ بیماری یا ضعیفی؟

مرزا قادیانی اس اقتباس میں اپنی شدید بیماریوں کو "نشانِ مسیحیت" بنا کر پیش کرتا ہے، جو اسلامی عقائد اور تاریخِ انبیاء کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء کے معجزات ہمیشہ طاقت، شفا، کرامت اور روحانی قوت کا اظہار ہوتے ہیں، نہ کہ کمزوری، چکر، بے ہوشی، دل کے دورے اور دن رات کے سو سو بار پیشاب۔ مرزا کے نزدیک بیماری معجزہ بن جاتی ہے، جبکہ دینِ اسلام میں بیماری آزمائش ہے، فضیلت نہیں۔ اس تضاد کی بنیاد خود مرزا کے ذہنی خلطِ مبحث اور اپنی معذوریوں کو الہامی رنگ دینے کی ناکام کوشش ہے۔ یہ طرزِ فکر اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ اس کے پاس دکھانے کو کوئی روحانی دلیل نہ تھی، اس لیے اس نے اپنے جسمانی نقائص کو بھی دعوتِ ایمان بنا کر پیش کیا۔

## "سو سو بار پیشاب" مرزا کا جسمانی حال اور دعوائے نبوت

دن میں سو دفعہ پیشاب آنا ایک عام بیماری بھی نہیں، بلکہ انتہائی شدید مرض کی علامت ہے جس میں مریض تقریباً ناقابل حرکت ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کا خود اعتراف ہے کہ سیڑھی چڑھتے ہوئے اسے یقین نہیں ہوتا تھا کہ زندہ اوپر پہنچ سکے گا۔ ایسے شخص کا دعویٰ کہ وہ خدا کا مامور، مجدد، مسیح اور نبی ہے، نہ صرف غیر عقلی ہے بلکہ اس کے اپنے جسم ہی اس کی تکذیب کرتے تھے۔ ایک نبی یا مسیح اپنے پیروکاروں کے لیے قوت اور تسلی کا مرکز ہوتا ہے، مگر مرزا خود اپنے کمزور جسم کا اسیر تھا۔ اس کیفیت کو "نشان" کہنا اس بات کی علامت ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا ستون خود اس کی بیماری تھی نہ وحی، نہ روحانیت، اور نہ علم۔

## حدیث کی غلط تعبیر "دو زرد چادروں"

مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے نزول والی حدیث میں ذکر شدہ "دو زرد چادروں" کو اپنی دو بیماریوں پر منطبق کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بیماری ہی مسیح بننے کی دلیل ہے۔ یہ حدیث کی ایسی تاویل ہے جو نہ حدیث کے الفاظ سے مطابقت رکھتی ہے، نہ کسی مفسّر یا محدث نے کبھی اس طرح سمجھا۔ عالم اسلام میں "زرد لباس" کمزوری یا بیماری کا استعارہ کبھی نہیں رہا بلکہ علامتِ لباس ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ اُس کی سر کی بیماری اور ذیابیطس ان زرد چادروں کی تعبیر ہیں، اس کے باطنی فکری ہیجان اور نصوصِ شرعیہ سے کھلواڑ کا واضح ثبوت ہے۔ یہ وہ تاویل ہے جس سے اس کے متبعین بھی غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔

## بیماری کو تقدس کا لبادہ نفسیاتی پہلو

مرزا قادیانی اپنے بیان میں مسلسل یہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی بیماری، کمزوری، چکر اور موت کے قریب کیفیتیں اس کے مقربِ الٰہی ہونے کی دلیل ہیں۔ یہ طرزِ بیان نفسیاتی طور پر اُن لوگوں میں پایا جاتا ہے جو مسلسل عوامی ردِ عمل، مخالفت یا ناکامی کا سامنا

کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی ہر کمزوری کو "روحانی حقیقت" بنا کر پیش کرنے لگتا ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریریں بتاتی ہیں کہ اپنی بیماریوں کو "الہامی نشان" قرار دینا ایک دفاعی نفسیات تھی، تاکہ اپنی ناکامیوں کو تقدس کا جامہ پہنا کر عوام کو مرعوب رکھا جائے۔ مذہبی تاریخ میں یہ طرزِ فکر ہمیشہ جھوٹے مدعیانِ نبوت میں دیکھا گیا ہے۔

## بیماری، معجزہ اور موت ایک مسلسل تضاد

یہ بیان (سو دفعہ پیشاب، دائمی بیماری، مسلسل موت کا خوف) مرزا قادیانی کی پوری زندگی پر چھایا رہا اور اسی کیفیت میں اس کی موت بھی ہوئی شدید اسہال، دست، اور وبائی ہیضہ۔ جب بیماری کو معجزہ بنا دیا جائے تو پھر موت بھی اسی "نشان" کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔ مرزا کی پوری زندگی جسمانی بیماریوں کی گرداب تھی، پھر انہی بیماریوں کو الہامی سند قرار دینا ایک ایسا تضاد پیدا کرتا ہے جو اس کے دعوائے مسیحیت کو خود اس کے قلم سے باطل کر دیتا ہے۔ اگر بیماری معجزہ تھی تو موت بھی "معجزہ" بن گئی، اور اگر موت بیماری کی وجہ سے ہوئی تو بیماری معجزہ نہیں ہو سکتی۔ یہ داخلی تضاد مرزا کی دعوت، اس کی نبوت اور اس کی شخصیت کے سقم کو پوری طرح بے نقاب کرتا ہے۔

دشمن ہو گئے مگر ہر ایک خدا کا فرستادہ جو بھیجا جاتا ہے ضرور ایک ابتلا ساتھ لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ جب آئے تو بدقسمت یہودیوں کو یہ ابتلا پیش آ گیا کہ ایلیا دوبارہ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ اور ضرور تھا کہ پہلے ایلیا آسمان سے نازل ہوتا تب مسیح آتا جیسا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے۔ اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اہل کتاب کو یہ ابتلا پیش آیا کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا۔ اب کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت بھی کوئی ابتلا ہو۔ اور اگر مسیح موعود تمام باتیں اسلام کے تہتّر فرقہ کی مان لیتا تو پھر کن معنوں سے اس کا نام حَکَم رکھا جاتا۔ کیا وہ باتوں کو ماننے آیا تھا یا منوانے آیا تھا؟ تو اس صورت میں اس کا آنا بھی بے سود تھا۔ سو اے قوم! تم ضد نہ کرو۔ ہزاروں باتیں ہوتی ہیں جو قبل از وقت سمجھ نہیں آتیں۔ ایلیا کے دوبارہ آنے کی اصل حقیقت حضرت مسیح ؑ سے پہلے کوئی نبی سمجھا نہ سکا تا یہود حضرت مسیح کے ماننے کے لئے طیّار ہو جاتے۔ ایسا ہی اسرائیلی خاندان میں سے خاتم الانبیاء آنے کا خیال جو یہود کے دل میں مرکوز تھا اس خیال کو بھی کوئی نبی پہلے نبیوں میں سے صفائی کے ساتھ دُور نہ کر سکا۔ اِسی طرح مسیح موعود کا مسئلہ بھی مخفی چلا آیا تا سنت اللہ کے موافق اس میں بھی ابتلا ہو۔ بہتر تھا کہ میرے مخالف اگر ان کو ماننے کی توفیق نہیں دی گئی تھی تو بارے کچھ مدّت زبان بند رکھ کر اور کف لسان اختیار کر کے میرے انجام کو دیکھتے اب جس قدر عوام نے بھی گالیاں دیں یہ سب گناہ مولویوں کی گردن پر ہے۔ افسوس یہ لوگ فراست سے بھی کام نہیں لیتے۔ مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دوؔ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور

دوران سر اور کمیٔ خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصّہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سَو سَو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک مَیں زندہ رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مرضوں کے انجام کی نظیریں بھی موجود ہیں تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افترا پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسے پر کہتا ہے کہ میری اَسّی برس کی عمر ہوگی حالانکہ ڈاکٹری تجارب تو اس کو موت کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہو کر جلد مر جاتے ہیں یا کاربینکل یعنی سرطان سے اُن کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر جس زور سے میں ایسی حالت پُرخطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے۔ جب مَیں بدن کے اوپر کے حصہ میں ایک بیماری۔ اور بدن کے نیچے کے حصّے میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ وہی دو چادریں ہیں جن کی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

مَیں محض نصیحتًا لِلّٰہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں

## سو سو دفعہ پیشاب اور خارش

مجھے اس وقت ایک اپنا سرگذشت قصّہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے۔ کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 434)

## مرزا قادیانی کو کثرت بول کی مستقل بیماری

اس دوسرے حوالہ میں بھی مرزا قادیانی اپنی شدید بیماری، کثرتِ پیشاب اور جسمانی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے، جو اس کے پہلے دعووں کی ایک تسلسل والی کڑی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پندرہ بیس دفعہ روز اور بعض اوقات سو سو دفعہ ایک دن میں پیشاب آتا تھا۔ یہ صرف عارضی حدوث نہیں بلکہ دائمی و مستقل مرض کا اظہار ہے، جس کا ذکر وہ اپنی متعدد کتابوں میں کرتا رہا۔ اس تسلسل سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا کی پوری زندگی بیماری، کمزوری اور جسمانی بے بسی کے گرد گھومتی تھی۔ ایسے شخص کی طرف روحانی و عقلی قیادت منسوب کرنا فہم و احتیاط دونوں کی توہین ہے۔

## ”سو سو دفعہ پیشاب“ طبی معجزہ یا تشویشناک مرض؟

دن میں سو دفعہ پیشاب آنا کوئی روحانی علامت نہیں، بلکہ ایک انتہائی خطرناک طبی حالت ہے جو مریض کو بے بس کر دیتی ہے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ اسے ذیابیطس کے باعث یہ حالت لاحق ہوئی، اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شدید جسمانی ناکارگی کا شکار تھا۔ ذیابیطس کی اس سطح پر مریض نہ چل سکتا ہے، نہ عبادت کر سکتا ہے، نہ مسلسل تحریر لکھ سکتا ہے۔

لیکن حیرت یہ ہے کہ مرزا اسی بیماری کو الہامی نشان اور دو زرد چادروں کی تعبیر قرار دیتا ہے۔ یہ وہ باطنی فکری تضاد ہے جس نے بیماری کو معجزہ، اور کمزوری کو قوت بن کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کی۔

## مرزا قادیانی کی بیماریاں اور نفسیاتی کیفیت

ذیابیطس، کثرتِ پیشاب، قوتِ مدافعت کی کمزوری اور خارش جیسی حالتیں مریض میں شدید بے چینی، اعصابی دباؤ، ذہنی انتشار اور نفسیاتی ہیجان پیدا کرتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے بار باران بیماریوں کا ذکر کیا، جو اس کی تحریروں میں نمایاں اضطراب، بد دلی اور حد سے بڑھا ہوا دفاعی طرزِ فکر ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر جسمانی تکلیف کو بھی روحانی فضیلت بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نفسیاتی کمزوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے بیماری کو نہ صرف الہامی نشانی بنا ڈالا بلکہ ان بیماریوں کے باعث آنے والی بے آرامی اور خارش تک کو بھی تقدس کا حصہ قرار دیا۔

## ایک بیمارِ جسمانی کا روحانی پیشوا بننے کا دعویٰ

اسلام میں نبی وہ ہوتا ہے جو جسمانی طور پر بھی مضبوط، متوازن اور اعلیٰ قوتِ برداشت کا حامل ہو۔ مگر مرزا قادیانی خود بیان کرتا ہے کہ اسے کثرتِ مرض سے بہت ضعف ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ چلنے کی سکت بھی کم رہ جاتی تھی۔ یہ وہی بیماری ہے جس کا ذکر وہ پہلی عبارت میں معجزہ کہہ کر کر چکا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک شدید بیمار، مسلسل خارش اور کمزوری میں مبتلا شخص ملت کی رہنمائی کر سکتا ہے؟ کیا وہ جسے دن میں سو بار پیشاب آتا ہو، ایک بڑے روحانی منصب کا بوجھ اٹھا سکتا ہے؟ مرزا کے اپنے اعترافات اس سوال کا جواب خود دیتے ہیں۔

## بیماری کی شدت اور مرزا قادیانی کی موت

ذیابیطس، کثرتِ پیشاب، کمزوری اور خارش...... یہ تمام وہ عوارض ہیں جو بعد میں شدید اسہال، ہیضہ اور دستوں کے سبب مرزا کی موت کا پیش خیمہ بنے۔ یہ حوالہ اس بات کی ایک اور دستاویز ہے کہ مرزا کی جسمانی حالت کبھی بھی ایک روحانی رہنما یا دعوائے نبوت رکھنے والے شخص کے معیار تک پہنچ نہ سکی۔ اس کی زندگی بیماریوں میں ڈوبی رہی، اور اسی بیماری نے اس کا خاتمہ بھی لٹرین میں ہی کیا۔ جب بیماری کو معجزہ کہا جائے اور پھر وہی بیماری موت کا سبب بنے تو دعویٰ کے سارے ستون خود بخود گر جاتے ہیں۔

پیدا کرتا ہے جن سے اب یورپ بھی دن بدن واقف ہوتا جاتا ہے آخر جیسے بہت سے تجارب کے بعد طلاق کا قانون پاس ہوگیا ہے اسی طرح کسی دن دیکھ لوگے کہ تنگ آ کر اسلامی پردہ کے مشابہ یورپ میں بھی کوئی قانون شائع ہوگا ورنہ انجام یہ ہوگا کہ چار پایوں کی طرح عورتیں اور مرد ہو جائیں گے اور مشکل ہوگا کہ یہ شناخت کیا جائے کہ فلاں شخص کس کا بیٹا ہے اور وہ لوگ کیونکر پاک دل ہوں۔ پاک دل تو وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں کے آگے ہر وقت خدا رہتا ہے اور نہ صرف ایک موت اُن کو یاد ہوتی ہے بلکہ وہ ہر وقت عظمتِ الٰہی کے اثر سے مرتے رہتے ہیں مگر یہ حالت شراب خوری میں کیونکر پیدا ہو۔ شراب اور خدا ترسی ایک وجود میں اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ خونِ مسیح کی دلیری اور شراب کا جوش تقویٰ کی بیخ کنی میں کامیاب ہوگیا ہے۔ ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آیا کفارہ کے مسئلہ نے یہ خرابیاں زیادہ پیدا کی ہیں یا شراب نے۔ اگر اسلام کی طرح پردہ کی رسم ہوتی تو پھر بھی کچھ پردہ رہتا۔ مگر یورپ تو پردہ کی رسم کا دشمن ہے۔ ہم یورپ کے اس فلسفہ کو نہیں سمجھ سکتے اگر وہ اس اصرار سے باز نہیں آتے تو شوق سے شراب پیا کریں کہ اس کے ذریعہ سے کفارہ کے فوائد بہت ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ مسیح کے خون کے سہارے پر جو لوگ گناہ کرتے ہیں شراب کے وسیلہ سے ان کی میزان بڑھتی ہے۔ ہم اس بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتے کیونکہ فطرت کا تقاضا الگ الگ ہے۔ ہمیں تو ناپاک چیزوں کے استعمال سے کسی سخت مرض کے وقت بھی ڈر لگتا ہے۔ چہ جائیکہ پانی کی جگہ بھی شراب پی جائے۔ مجھے اس وقت ایک اپنا سرگذشت قصّہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے۔ کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس

## کثرتِ دست (ٹٹیاں آنا)

مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سر درد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پَیر سرد ہو جانا نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس ۲۰ برس سے ہیں۔ کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہو گئیں۔ مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 435)

## بیماری کو روحانی نشان کہنا، عقل و دین کے خلاف دعویٰ

اس اقتباس میں مرزا غلام قادیانی اپنی طویل 20 سالہ بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے عجیب دعویٰ کرتا ہے کہ اسے دعا کے بعد جواب ملا کہ یہ بیماریاں دور نہیں کی جائیں گی۔ اس بات کو وہ ایک "روحانی اشارہ" بنا کر پیش کرتا ہے، گویا بیمار رہنا ہی اس کے حقانیت کی دلیل ہے۔ حالانکہ اسلام میں بیماری انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، مگر کوئی رسول یا ولی ہمیشہ بیمار رہنے کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کرتا۔ پچھلے حوالوں میں بھی مرزا نے سو سو بار پیشاب آنا، بیسیوں بار دست آنا، خارش، کمزوری، اور شوگر جیسی بیماریوں کو مخصوص برکت کے طور پر دکھایا یہ طرزِ فکر واضح ذہنی و روحانی گمراہی کی علامت ہے۔

## کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کو مسلسل بیماری نہیں بلکہ روحانی تقدیر کہنا

مرزا کے اس بیان میں ایک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ وہ بیس سال سے لگی رہنے والی

دائمی بیماری کو اللہ کی طرف سے تقدیری جبری حالت بتاتا ہے کہ "دعا کے باوجود یہ نہیں جائے گی"۔ یہ وہی ذہنیت ہے جو پہلے حوالوں میں بھی نظر آئی۔ ایک دن میں 100 بار پیشاب آنا بار بار دست، خارش، شدید کمزوری، پیشاب میں شکر، ان سب کو وہ اپنے نشانوں کا حصہ بتاتا ہے۔ اس طرزِ فکر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا بیماری کو نبوت کے دعویٰ کے ساتھ چپکا کر اسے اپنی صداقت کا ثبوت بنانا چاہتا تھا۔

## بیماری کو نبوت کی دلیل بنانا

عام انسانوں میں بیماری کے ذکر کا مقصد علاج ہوتا ہے، مگر مرزا کا مقصد جذباتی استحصال ہے۔ اس کے مطابق جہاں دعا کی جاتی ہے، وہ وقتی طور پر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بیماریاں اللہ کی طرف سے واپس ڈال دی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ کار بالکل وہی ہے جو جھوٹے مدعیانِ نبوت استعمال کرتے ہیں۔ اپنی کمزوریاں بڑھا چڑھا کر بیان کرو۔ اسے غیب کی نشانی بنا دو۔ پیروکاروں کو یقین دلادو کہ یہ خاص حالت صرف "برگزیدہ" لوگوں پر آتی ہے۔ اسی تسلسل میں پہلے حوالوں میں سو سو بار پیشاب آنا، خارش، کمزوری اور شوگر کو بھی ایک روحانی کرامت کی طرح دکھایا گیا۔

## 20 سال سے مسلسل دست و پیشاب

کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست دونوں شدید جسمانی بیماریوں کی علامات ہیں، خصوصاً:

Diabetic polyuria

Irritable bowel syndrome

Chronic infection

Nerve damage

یہ تمام حالتیں نبوت کی دلیل نہیں بن سکتیں۔ یہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ مرزا نے اپنی

بیماریوں کو ایسی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا جو ایک عام انسان اپنی عزت کی وجہ سے چھپاتا ہے، مگر مرزا نے انہیں نہ صرف بیان کیا بلکہ اپنی کتابوں میں چھپوا کر معجزہ بنایا۔ یہ طرزِ عمل شدید نفسیاتی توجہ (attention seeking) اور خود ساختہ روحانی عظمت کا نمونہ ہے۔

## "دعا کا قبول نہ ہونا" نبی کے مقام کے سراسر خلاف

مرزا کے الفاظ: "میں نے دعا کی کہ یہ بیماریاں دور کر دی جائیں مگر جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا"۔ یہاں دو باتیں نہایت اہم ہیں:

☆ مرزا کی دعا مستقل طور پر رد ہو رہی ہے۔

☆ جواب بھی ایک ایسی بات "الہام" کی صورت میں آیا جو قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

قرآن میں انبیاء کی دعائیں عظیم مقامات پر قبول ہوئیں حضرت یونس علیہ السلام کی دعا حضرت ایوب علیہ السلام کی شفا، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کوئی نبی اپنی مستقل بیماری کو "دعا کی عدم قبولیت کے ذریعے نبوت کی دلیل" نہیں بناتا۔ مرزا کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بیماری نہ صرف جسمانی تھی بلکہ روحانی کیفیت کا خلل بھی اس کے پورے نظامِ فکر کو گھیر چکا تھا۔

## بدنظمی، گندگی اور کمزور جسمانی ساخت

پہلے دو حوالوں میں: سو سو بار پیشاب، بار بار پاخانہ، کمزوری، شوگر، خارش، جسمانی ناتوانی اور اب تیسرے حوالہ میں انہی بیماریوں کا بیس سالہ تسلسل اور الہامی وجہ شامل کر کے مرزا نے اپنی کمزوریوں کو روحانی عظمت کا لباس پہنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ پورا پیکج ایک ایسے شخص کا ذہنی خاکہ پیش کرتا ہے جو اپنی بیماری کو نبوت کے ثبوت میں تبدیل کرنا چاہتا تھا اور یہی اس کی گمراہی کی اصل جڑ ہے۔

کے لئے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے مَیں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر مَیں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو مَیں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔

پس اس طرح جب مَیں نے خدا پر توکّل کی تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں کا محتاج نہیں کیا اور بارہا جب مجھے غلبہ مرض کا ہوا تو خدا نے فرمایا کہ دیکھ مَیں نے تجھے شفا دیدی تب اسی وقت مجھے آرام ہوگیا۔ انہیں باتوں سے مَیں جانتا ہوں کہ ہمارا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے☆۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہ اُس نے رُوح پیدا کی اور نہ ذرّات اجسام۔ وہ خدا سے غافل ہیں۔ ہم ہر روز اُس کی نئی پیدائش دیکھتے ہیں اور ترقیات سے نئی نئی رُوح وہ ہم میں پھونکتا ہے۔ اگر وہ نیست سے ہست کرنے والا نہ ہوتا تو ہم تو زندہ ہی مرجاتے۔ عجیب ہے وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ کون ہے جو اس کی مانند ہے اور عجیب ہیں اُس کے کام۔ کون ہے جس کے کام اس کی مانند ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے ہاں بعض وقت حکمت اس کی ایک کام کرنے سے اُسے روکتی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سردرد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہوکر ہاتھ پَیر سرد ہو جانا نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس۲۰ برس سے ہیں۔ کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہوگئیں۔ مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔

☆ انسان جب تک خود خدا کی تجلّی سے اور خدا کے وسیلہ سے اس کے وجود پر اطلاع نہ پاوے تب تک وہ خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ اپنے خیال کی پرستش کرتا ہے محض خیال کی پرستش کرنا اندرونی گندگی کو صاف نہیں کرتا۔ ایسے لوگ تو پرمیشر کے خود پرمیشر بنتے ہیں کہ خود اس کا پتہ آپ لگاتے ہیں۔ منہ

# مرزا قادیانی کی موت اسہال اور لٹرین میں ہلاکت

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود آخری بیماری بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگا یا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر

کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہوگئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہوگیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا ہے عرض کیا گیا حضور ہوگیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصّہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔ نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھینچ کھینچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر

زمین پر بیٹھ گئیں ۔اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے ۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتّٰی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی ۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 10،9)

## مرزا کی آخری رات، اچانک اسہال کی یلغار

25 مئی 1908 کی شام مرزا قادیانی بالکل صحت مند دکھائی دیتا تھا کھانا کھا رہا تھا، بیوی کے ساتھ پلنگ پر بیٹھا تھا اور کوئی غیر معمولی کیفیت نہ تھی ۔مگر رات کے آخری حصے میں اچانک شدید اسہال اور دست نے اس پر یلغار کر دی، اور وہ چند ہی گھنٹوں میں نزع کی حالت تک پہنچ گیا۔اس اچانک اور شدید اسہال کو خود قادیانی کتب نے مرضِ موت قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اس کا اپنا بیٹا بشیر احمد یہ اعتراف کرتا ہے کہ ”میں نے ایسی حالت پہلے کبھی نہ دیکھی تھی“ اور ”دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے“ ۔طبی اعتبار سے یہ علامات وبائی ہیضہ کی ہیں، جس میں مریض اچانک بار بار پاخانہ اور پانی کی کمی کے باعث چند گھنٹوں میں ڈھیر ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نہ نماز ٹھیک سے پڑھ پا رہا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا، نہ سانس درست چل رہی تھی ۔ یہ سب اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے کہ جس بیماری کو وہ پوری زندگی ”خدائی نشان“ کہتا رہا، اسی بیماری نے آخرکار اس کو تباہ کر دیا۔

## نماز میں غشی، کمزوری اور بستر سے اٹھ نہ سکنا

جب صبح کے قریب مرزا قادیانی کو نماز کے لیے اٹھایا گیا تو وہ اتنا کمزور تھا کہ نہ وضو کر سکتا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے تیمم کیا، نماز شروع کی، مگر غشی طاری ہوگئی اور نماز پوری نہ ہو سکی۔ بعد میں دوبارہ کوشش کی لیکن پھر معلوم نہ ہو سکا کہ نماز مکمل کر سکا یا نہیں۔ یہ کیفیت اس بات کا ثبوت ہے کہ شدید اسہال کے باعث جسم کا پانی ختم ہو چکا تھا، نبض کمزور ہو گئی تھی، دماغی توازن بگڑ چکا تھا اور جسم جواب دے رہا تھا۔ طبی اصول کے مطابق مسلسل اسہال اور پانی کی کمی کے باعث مریض کا دماغ آکسیجن سے محروم ہونے لگتا ہے، جس سے غشی، کمزوری، بے ہوشی اور پھر "غرغرہ" کی کیفیت شروع ہو جاتی ہے۔ قادیانی کتاب "سیرت المہدی" میں یہی منظر بیان ہوا ہے جب مرزا قادیانی کی سانس رک رک کر چلنے لگی، فاصلہ بڑھتا گیا، اور گھر والوں نے سمجھ لیا کہ اب جان بچنا ناممکن ہے۔ یہ کیفیت کسی روحانی نشان کی نہیں بلکہ ایک شدید متعدی بیماری کی آخری منزل ہے۔

## غرغرہ ہیضہ سے موت کی حتمی علامتیں

مرزا قادیانی کی حالت ایسی نازک تھی کہ ڈاکٹر نے فوراً سینے میں انجکشن لگایا، مگر کوئی افاقہ نہ ہوا بلکہ قادیانی گھرانے کے بعض افراد نے اس عمل کو برا جانا کہ ایسی حالت میں انجکشن کیوں لگایا۔ اس کے بعد جس کیفیت کا ذکر بشیر احمد نے کیا "غرغرہ شروع ہوگیا، سانس کھنچ کھنچ کر آتا تھا، وقفہ لمبا ہوتا جارہا تھا" یہ ہیضہ اور جان لیوا اسہال کے آخری لمحوں کی کلاسیکی علامات ہیں۔ جب جسم میں پانی ختم ہو جائے تو خون گاڑھا ہو جاتا ہے، دل کمزور پڑ جاتا ہے، اور سانس لمبا، کھنچتا ہوا اور بے ربط ہونے لگتا ہے۔ یہی کیفیت "غرغرہ" کہلاتی ہے، جس کے بعد چند ہی لمحات میں سانس ٹوٹ جاتا ہے۔ قادیانی لٹریچر خود یہ منظر لفظ بہ لفظ بیان کرتا ہے۔ آخر کار ایک لمبا سانس آیا، وقفہ طویل ہوا، اور مرزا قادیانی کی موت ہوگئی۔ وہی بیماری، وہی

علامتیں، وہی نزع کی کیفیت، جنہیں اس نے ساری زندگی "الہامی نشان" قرار دیا تھا۔

## مرزا قادیانی کی موت لٹرین میں گر کر

قادیانی مؤرخین نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے کہ اس آخری مرض میں مرزا قادیانی بار بار لٹرین جاتا رہا، اور اسی کیفیت میں اس کی حالت بگڑتی گئی۔ متعدد قادیانی روایات اور "سیرت المہدی" کے بیان سے ثابت ہے کہ آخری وقت وہ لٹرین ہی میں گرا۔ یعنی وہ جس بیماری کو ساری زندگی "خدائی نشان" کہتا رہا سو دفعہ پیشاب، مسلسل اسہال، بار بار دست آخرکار اسی بیماری نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ جس نے خود کو "مسیح موعود" کہا، وہ ایک عام وبائی مرض میں لٹرین کی اذیت میں مر گیا۔ نہ کوئی معجزہ ظاہر ہوا، نہ کوئی الہامی مدد آئی، بلکہ اس کے اپنے گھر والے کہتے ہیں کہ حالت اتنی خراب تھی کہ دل بیٹھ گیا اور یہ مرض الموت ہے۔ دعووں کی عمارت گر چکی تھی، اور حقیقت کی ضرب یہ تھی کہ اس کا انجام اسی گندگی، اسی بیماری اور اسی ذلت میں ہوا جو زندگی بھر اس کا پیچھا کرتی رہی۔

سیرت المہدی کی روایت نمبر 12 کا کچھ حصہ ابھی آپ کو بیان کیا گیا اور اس پر تبصرہ کیا گیا ہے مزید آگے لکھا ہے کہ:

## پہلا دست کھانے کے وقت

> خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔ اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر

حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے ۔اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چار پائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپکے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں ۔اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے اسلئے میں نے چار پائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی ۔جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چار پائی پر گر گئے اور آپ کا سر چار پائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہوگئی ۔اس پر میں نے گھبرا کر کہا ”اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے“ تو آپ نے فرمایا ”یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا “خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشاء ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ”ہاں“ والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی اور ضعف بہت ہو گیا تو میں نے کہا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب ) کو بلالیں؟ آپ نے فرمایا بلالو نیز فرمایا محمود کو جگالو۔پھر میں نے پوچھا محمد علی خان یعنی نواب صاحب کو بلالوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے

یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا، یا نہیں اور دیا تو
کیا دیا۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 11،10)

## وفات کا آغاز

اس روایت میں سب سے نمایاں نکتہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی آخری بیماری کا آغاز کسی اچانک حادثے یا بیرونی سبب سے نہیں بلکہ کھانے کے وقت آنے والے پہلے دست سے ہوا۔ یہ بات اس پوری داستان کی بنیاد بن جاتی ہے کہ جس بیماری کو وہ زندگی بھر معمولی اور اپنا "نشان" قرار دیتا رہا، وہی بیماری اس کے انجام کی تمہید بنی۔ کھانے کے فوراً ساتھ ہی دست آنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ معدہ و آنتوں کا نظام بالکل ناکارہ ہو چکا تھا اور جسم اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔

## "پہلا دست کھانے کے وقت"

سیرت المہدی کی روایت میں یہ بات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ مرزا قادیانی کی وفات کی داستان کسی روحانی کیفیت، دعا، الہام یا عبادت سے نہیں بلکہ "پہلے دست" کے ذکر سے شروع ہوتی ہے۔ نصرت جہاں بیگم کے بیان کے مطابق مرزا قادیانی کو کھانا کھاتے وقت پہلا دست آیا۔ یہی جملہ پوری موت کی روداد کی بنیاد بن جاتا ہے اور یہی سے مرض الموت کا آغاز شمار کیا جاتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیماری کی ابتدا کسی اچانک حادثے سے نہیں بلکہ نظامِ ہضم کی شدید خرابی سے ہوئی، جو فوراً ہی بے قابو صورت اختیار کر گئی۔

## کھانا اور دست، ترتیب کا ابہام

یہاں ایک نہایت معنی خیز ابہام خود روایت میں موجود ہے کہ پہلے کھانا آیا یا پہلے دست۔ اس جملے کا اسلوب بتاتا ہے کہ حالت اس قدر اچانک اور شدید تھی کہ ترتیب بھی واضح نہ

رہ سکی۔ یہ ابہام خود اس بات کی علامت ہے کہ جسم کا کنٹرول ختم ہو چکا تھا۔ عام حالات میں کھانا ایک باقاعدہ عمل ہوتا ہے، لیکن یہاں کھانا دست کے حملے میں دب کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناقدین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب موت کی داستان کا پہلا جملہ ہی دست سے شروع ہو، تو یہ بیماری محض ایک اتفاق نہیں بلکہ مرکزی سبب وفات تھی۔

## آغاز ہی سے "ٹٹی موتر" کا تسلسل

نصرت جہاں بیگم کی روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ پہلا دست آنے کے بعد کوئی لمبا وقفہ نہیں ملتا، بلکہ فوراً ہی پاؤں دبانے، لیٹنے، دوبارہ حاجت، پھر مزید ضعف اور پھر چارپائی کے پاس انتظام تک بات پہنچ جاتی ہے۔ گویا وفات کی پوری کہانی دست، ضعف اور بے بسی کے گرد گھومتی ہے۔ اس تسلسل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی کی موت کسی ایک لمحے کا واقعہ نہیں بلکہ کثرتِ دست کے ایک مسلسل عمل کا نتیجہ تھی۔

## کھانے کے وقت دست مرضِ وبائی کی علامت

طبی نقطۂ نظر سے کھانے کے وقت یا فوراً بعد دست آنا شدید معدی یا وبائی اسہال کی واضح علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناقدین اس روایت کو مرزا قادیانی کی موت کو وبائی ہیضہ یا شدید اسہال سے جوڑتے ہیں۔ اگر موت کا آغاز کھانے کے وقت آنے والے دست سے ہو، تو یہ بات خود بخود اس دعوے کو کمزور کر دیتی ہے کہ وفات کسی عام کمزوری یا بڑھاپے کا نتیجہ تھی۔

## موت کی داستان کا بیانیہ تقدس نہیں، بیماری

یہ امر بھی نہایت اہم ہے کہ نصرت جہاں بیگم کے بیان میں موت کی ابتدا کسی تقدسی منظر سے نہیں ہوتی۔ نہ ذکرِ الٰہی، نہ کوئی خاص دعا، نہ کوئی روحانی اشارہ بلکہ آغاز ہوتا ہے "پہلا دست" سے۔ یہی اس بیانیے کی اصل روح ہے۔ اس سے ناقدین یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جس

شخص نے زندگی بھر کثرتِ پیشاب و دست کو اپنا "نشان" کہا، اسی نشان نے اس کی وفات کی کہانی کا پہلا باب بھی لکھا۔

## ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی

اس پوری روایت کا خلاصہ یہی بنتا ہے کہ مرزا قادیانی کی موت کا آغاز ٹٹیوں سے ہوا اور انجام بھی اسی بیماری کے ہاتھوں ہوا۔ کھانا ثانوی ہو گیا، دست بنیادی بن گیا۔ اسی نکتے کو بنیاد بنا کر رسالہ "مسیح ٹٹی موتر" میں یہ موقف قائم کیا جاتا ہے کہ جس چیز کو مرزا قادیانی اپنی زندگی میں معجزہ اور نشان کہتا رہا، وہی چیز اس کی موت کی تمہید بھی بنی اور انجام بھی۔

## وقتی سکون یا فریبِ صحت

بیان میں آیا ہے کہ پہلے دست کے بعد پاؤں دبائے گئے، کچھ دیر آرام ہوا اور وہ سو گیا۔ یہ وقتی سکون دراصل فریبِ صحت تھا، حقیقی افاقہ نہیں۔ یہی وہ نکتہ ہے جو اس پوری وفات کی روداد میں بار بار سامنے آتا ہے کہ بیماری دبتی نہیں، وقفہ لے کر دوبارہ زیادہ شدت سے حملہ آور ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرض جڑ پکڑ چکا تھا اور اب واپسی ممکن نہیں رہی تھی۔

## بار بار رفع حاجت اور بڑھتا ہوا ضعف

روایت کے مطابق ایک یا دو مرتبہ پھر رفع حاجت کے لیے جانا پڑا، جس کے بعد ضعف اس حد تک بڑھ گیا کہ خود چلنے پھرنے کی سکت باقی نہ رہی۔ یہ کیفیت اس بات کو مزید مستحکم کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کا آخری باب کثرتِ دست اور شدید جسمانی ناتوانی کے گرد گھوم رہا تھا۔ یہی وہ حالت ہے جسے وہ خود اپنی تحریروں میں سالہا سال بیان کرتا رہا، مگر یہاں وہی بیماری زندگی کا چراغ گل کر رہی ہے۔

## چارپائی پر ہی پاخانے کا انتظام

یہ روایت کا سب سے چونکا دینے والا اور فیصلہ کن حصہ ہے کہ ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ

پاخانے کے لیے جانا ممکن نہ رہا اور چارپائی کے پاس ہی انتظام کیا گیا۔ یہ منظر اس رسالے کے عنوان "مسیح ٹٹی موتر" کی عملی تصویر ہے۔ ایک خود ساختہ مسیح، جس کے دعوے آسمانوں تک تھے، آخری لمحات میں اس حالت کو پہنچ گیا کہ بنیادی انسانی ضرورت بھی بستر سے ہٹ کر پوری نہ ہو سکی۔

## "چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام" اور واقعۂ وفات کی تعبیر

سیرت المہدی کی زیرِ بحث روایت میں جو بات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ بیماری کے آخری مرحلے میں مرزا قادیانی اس قدر ناتواں ہو چکا تھا کہ رفعِ حاجت کے لیے باقاعدہ بیت الخلا تک جانا ممکن نہ رہا۔ روایت کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ شدید ضعف کے باعث چارپائی کے قریب ہی رفعِ حاجت کا انتظام کیا گیا۔ اس مقام پر مصنف کا استدلال یہ ہے کہ یہ کیفیت محض عارضی سہولت نہیں بلکہ اس امر کی علامت ہے کہ مریض مکمل طور پر بستر سے وابستہ (bed-ridden) ہو چکا تھا۔

تحقیقی زاویے سے دیکھا جائے تو برصغیر کے اس دور میں جب کسی مریض کے لیے "چارپائی کے پاس انتظام" کیا جاتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مریض حرکت، نقل و حمل اور جسمانی کنٹرول سے تقریباً محروم ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ناقدین اس کیفیت کو اس مفہوم میں لیتے ہیں کہ مریض عملی طور پر اسی جگہ آخری سانسوں میں تھا جہاں رفعِ حاجت کا انتظام کیا گیا، اور وہیں اس کی حالت ناقابل واپسی مرحلے میں داخل ہو گئی۔

اسی نکتے سے بعض اہلِ تنقید یہ ربط قائم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وفات کا جو عمومی تاثر "لٹرین میں موت" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسی روایت کے اس حصے کی تشریح ہے، نہ کہ کوئی علیحدہ یا من گھڑت قصہ۔ یعنی دعویٰ یہ نہیں کیا جاتا کہ وہ باقاعدہ

عوامی بیت الخلا میں فوت ہوا، بلکہ یہ استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ آخری لمحات میں اس کا جسمانی انجام رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی حالت میں ہوا اور موت نے اسی کیفیت میں آلیا۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ خود روایت نگار اس حالت کو انتہائی ضعف، بار بار دست، قے، بے ہوشی اور جسمانی انہدام کے تسلسل میں بیان کرتا ہے۔ اس پورے بیانیے میں کہیں بھی اچانک افاقہ، روحانی غلبہ یا غیر معمولی جسمانی استحکام کا ذکر نہیں ملتا۔ اس لیے ناقدین کے نزدیک "چارپائی کے پاس پاخانے کا انتظام" دراصل وبائی ہیضہ سے جڑی ہوئی موت کے فطری انجام کی تصویر کشی ہے، جسے بعد کے مباحث میں علامتی طور پر "لٹرین میں موت" کہا گیا۔

## مسلسل دست، قے اور جسمانی انہدام

روایت بتاتی ہے کہ اس کے بعد ایک اور دست آیا، پھر قے ہوئی۔ یہ سب علامات اس بات کی غماز ہیں کہ جسم کا نظام مکمل طور پر بیٹھ چکا تھا۔ طبّی اعتبار سے یہ کیفیت وبائی ہیضہ یا شدید معدی خرابی کی واضح علامت ہے۔ یہاں نہ کوئی معجزہ نظر آتا ہے، نہ کسی غیبی حفاظت کا نشان، بلکہ ایک مسلسل ٹوٹتا ہوا جسم دکھائی دیتا ہے۔

## گرنے کا واقعہ اور حالت کا بگڑ جانا

قے کے بعد لیٹتے ہوئے اتنا ضعف تھا کہ پشت کے بل چارپائی پر گر پڑا اور سر لکڑی سے ٹکرا گیا۔ یہ حادثہ نہیں بلکہ مسلسل بیماری کا منطقی نتیجہ تھا۔ اس کے بعد حالت دگرگوں ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اب جسم میں سنبھلنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ یہ منظر خود اس کے دعووں کے بالکل برعکس حقیقت کو عیاں کرتا ہے۔

## "یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا" اقرار یا اعتراف؟

جب والدہ صاحبہ نے گھبرا کر کہا "اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے" تو جواب ملا "یہ وہی ہے جو

میں کہا کرتا تھا''۔ یہ جملہ نہ کسی پیشگوئی کی شان رکھتا ہے اور نہ کسی روحانی فتح کی دلیل ہے، بلکہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی خود جانتا تھا کہ جس بیماری کا وہ برسوں سے ذکر کر رہا ہے، آخر کار وہی بیماری اس کے خاتمے کا سبب بن رہی ہے۔ یہ جملہ دراصل ایک غیر ارادی اعتراف ہے کہ انجام وہی آیا جس کی علامات زندگی بھر اس کے ساتھ رہیں۔

## حکیم مولوی نورالدین کو بلانے کا مطالبہ: محض طبی فیصلہ یا ذاتی میلان؟

سیرت المہدی کی روایت میں یہ بات خاص توجہ کی طالب ہے کہ جب مرزا قادیانی کی حالت نہایت نازک ہوگئی تو نصرت جہاں بیگم نے فوراً یہ تجویز دی کہ مولوی نورالدین کو بلایا جائے۔ بظاہر یہ ایک طبی فیصلہ دکھائی دیتا ہے، کیونکہ نورالدین حکیم بھی تھا اور قریبی ساتھی بھی۔ مگر ناقدین کے نزدیک یہ سوال محض علاج کا نہیں بلکہ ترجیحات اور تعلقات کا بھی ہے، کیونکہ اسی لمحے کسی اور طبی ماہر یا متبادل علاج کا ذکر سامنے نہیں آتا۔

## ناقدین کا موقف، ذاتی تعلقات کا پس منظر

مرزا قادیانی پر تنقید کرنے والے مصنفین اور مخالف لٹریچر میں یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین کے درمیان غیر معمولی قربت پائی جاتی تھی۔ بعض ناقدین اسے محض روحانی یا خاندانی تعلق ماننے کے بجائے ذاتی وابستگی کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اسی تنقیدی زاویے سے یہ کہا جاتا ہے کہ نصرت جہاں بیگم کا آخری لمحات میں بھی سب سے پہلے حکیم نورالدین کا نام لینا، محض اتفاق نہیں تھا بلکہ اسی قربت کی علامت تھا جس کا ذکر ناقدین اپنی تحریروں میں کرتے ہیں۔

## ''طبیبِ خاص'' یا ''رفیقِ خاص''؟

یہ نکتہ بھی زیرِ بحث لایا جاتا ہے کہ اگر معاملہ محض علاج کا تھا تو لاہور جیسے شہر میں دیگر

اطباء اور ڈاکٹر موجود تھے، مگر توجہ فوراً مولوی نورالدین پر مرکوز ہوئی۔ ناقدین کے مطابق اس سے یہ تاثر بنتا ہے کہ نورالدین کی حیثیت صرف ایک حکیم کی نہیں بلکہ داخلی خانوادتی اور ذاتی اعتماد کے حامل فرد کی تھی، جس پر نصرت جہاں بیگم آخری لمحے تک انحصار کرتی رہیں۔

## آخری لمحات میں جذباتی وابستگی کا تسلسل

ناقدین کے بیانیے میں یہ بات بار بار دہرائی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کے مختلف مراحل میں نورالدین اور نصرت جہاں بیگم کا کردار غیر معمولی رہا، اور وفات کے آخری لمحات میں بھی یہی ترتیب برقرار رہی۔ اس تنقیدی قراءت کے مطابق، مرزا قادیانی شدید ضعف، کثرتِ دست اور غشی کی کیفیت میں تھا، مگر فیصلہ سازی اور توجہ کا مرکز نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین رہے، جو ناقدین کے نزدیک ذاتی وابستگی کے تسلسل کی علامت ہے۔

## علمی احتیاط کے ساتھ نتیجہ

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ نصرت جہاں بیگم اور حکیم نورالدین کے تعلق سے متعلق دعوے قادیانی مخالف لٹریچر میں پائے جاتے ہیں اور انہیں جماعتی مصادر میں اسی انداز سے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ تاہم تنقیدی مطالعہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ حکیم نورالدین کو بلانے کا مطالبہ وفات کی روایت میں ایک ایسا نکتہ ہے جو محض طبی ضرورت تک محدود نہیں رہتا بلکہ ناقدین کے لیے شخصی تعلقات اور اندرونی dynamics کو سمجھنے کا دروازہ کھولتا ہے۔

## پوری زندگی ٹٹی موتر

> نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی............ اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے۔)

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 12)

## بیماری کا اعتراف: اتفاقی نہیں، مستقل کیفیت

سیرت المہدی کی روایت نمبر 12 کے اختتام پر نصرت جہاں بیگم کا یہ بیان کہ "حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی" نہایت فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ لفظ "اکثر" خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بیماری کوئی عارضی یا وقتی مسئلہ نہیں تھی بلکہ ایک مستقل اور بار بار لوٹ آنے والی کیفیت تھی۔ اس ایک لفظ سے پوری زندگی کا طبی نقشہ سامنے آجاتا ہے، جو سابقہ حوالہ جات میں مذکور کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کے بیانات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

## کمزوری اور جسمانی انہدام کا تسلسل

اسی بیان میں یہ اضافہ کہ "جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی" اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ اسہال محض ایک علامت نہیں بلکہ جسمانی طاقت کے زوال کا مستقل سبب تھا۔ اس کمزوری کا ذکر ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں: نماز مکمل نہ ہو پانا، چلنے سے معذوری، چارپائی کے قریب انتظام، اور بے ہوشی کی کیفیت۔ یوں سیرت المہدی کا یہ جملہ پورے واقعاتی تسلسل کو ایک مختصر مگر جامع نتیجے میں سمو دیتا ہے۔

## سببِ وفات کی صراحت، کوئی ابہام باقی نہیں

روایت کا سب سے اہم اور فیصلہ کن حصہ وہ جملہ ہے جس میں صاف الفاظ میں کہا گیا: "اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے" یہاں نہ کوئی تاویل ہے، نہ کسی دوسری وجہ کی طرف اشارہ۔ خود گھر کی خاتونِ اوّل کی زبانی یہ اقرار کہ وفات اسی اسہالی بیماری کا نتیجہ تھی، اس سارے بیانیے کو حتمی بنا دیتا ہے۔ یوں وفات کو کسی اور روحانی یا غیر طبعی سبب سے جوڑنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

## پوری زندگی اور آخری انجام: ایک ہی بیماری

جب اس اختتامی بیان کو مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کے ساتھ رکھا جائے جہاں وہ دن میں سو سو بار پیشاب آنے، کثرتِ دست، اور دائمی کمزوری کا ذکر کرتا ہے تو ایک واضح تصویر بنتی ہے:

☆ وہ بیماری جسے وہ برسوں سے بیان کرتا آیا۔

☆ وہی بیماری آخری لمحے میں شدت اختیار کرتی ہے۔

☆ اور بالآخر اسی میں وفات واقع ہوتی ہے۔

اس طرح زندگی اور موت کے درمیان کوئی تضاد نہیں بلکہ مکمل تسلسل دکھائی دیتا ہے۔

## سیرت المہدی کا غیر ارادی نتیجہ

یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ سیرت المہدی جیسی مداحانہ کتاب، جس کا مقصد سوانحی تعارف ہے، وہی کتاب غیر ارادی طور پر یہ ثابت کر دیتی ہے کہ مرزا قادیانی ایک دائمی اسہالی مرض میں مبتلا رہا اور اسی مرض نے اس کی جان لی۔ اس مقام پر کسی مخالف ماخذ یا بیرونی الزام کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ اقرار خود اندرونی روایت سے سامنے آجاتا ہے۔

کے مخفی اثرات کے ماتحت اپنے اندر سختی اور تکلیف کا پہلو رکھتا ہے۔ چنانچہ منگل کے متعلق حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول آتا ہے کہ منگل وہ دن ہے جس میں خدا تعالیٰ نے پتھریلے پہاڑ اور ضرر رساں چیزیں پیدا کی ہیں۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر آیت خلق الارض فی یومین الخ )

﴿12﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری بیماری بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور اِدھر اُدھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعودؑ کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس وقت آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اُٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے

یا نہیں۔اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔مگر آپ جواب نہ دے سکتے اس لئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اُٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصّہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا خاکسار اس وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آکر زمین پر بیٹھ گئیں۔اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ اُبھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے بُرا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے۔تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتّٰی کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔**اللھم صل علیہ و علیٰ مطاعہ محمدؐ و بارک وسلم۔**

خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو اپنے ہاتھ سے مجھے جگایا۔میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپکے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب

سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے اسلئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے اور پھر اُٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا ''اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے'' تو آپ نے فرمایا ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا'' خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کیا آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشاء ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا ''ہاں'' والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی اور ضعف بہت ہو گیا تو میں نے کہا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب) کو بلا لیں؟ آپ نے فرمایا بلا لو نیز فرمایا محمود کو جگا لو۔ پھر میں نے پوچھا محمد علی خان یعنی نواب صاحب کو بلا لوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا، یا نہیں اور دیا تو کیا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مرض موت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سخت کرب تھا اور نہایت درجہ بے چینی اور گھبراہٹ اور تکلیف کی حالت تھی اور ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا بھی بوقت وفات قریباً ایسا ہی حال تھا۔ یہ بات ناواقف لوگوں کے لئے موجب تعجب ہو گی کیونکہ دوسری طرف وہ یہ سنتے اور دیکھتے ہیں کہ صوفیا اور اولیاء کی وفات نہایت اطمینان اور سکون کی حالت میں ہوتی ہے۔ سو دراصل بات یہ ہے کہ نبی جب فوت ہونے لگتا ہے تو اپنی امت کے متعلق اپنی تمام ذمہ داریاں اس کے سامنے ہوتی ہیں اور ان کے مستقبل کا فکر مزید برآں اسکے دامن گیر ہوتا ہے۔ تمام دنیا سے بڑھ کر اس بات کو نبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ موت ایک دروازہ ہے جس سے گذر کر انسان نے خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے پس موت کی آمد جہاں اس لحاظ سے اس کو مسرور کرتی ہے کہ وصال محبوب کا وقت قریب آن پہنچا ہے وہاں اس کی عظیم الشان ذمہ داریوں کا احساس اور اپنی امت کے متعلق آئندہ کا فکر اسے غیر معمولی کرب میں مبتلا کر دیتے ہیں مگر صوفیا اور اولیاء ان فکروں سے آزاد ہوتے ہیں۔ ان پر صرف ان

کے نفس کا بار ہوتا ہے مگر نبیوں پر ہزاروں لاکھوں کروڑوں انسانوں کا بار۔ پس فرق ظاہر ہے
(اس روایت میں حضرت والدہ صاحبہ نے جو یہ بیان کیا ہے کہ ان کی گھبراہٹ کے اظہار پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فرمایا کہ ''یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔'' اس کے متعلق میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے دریافت کیا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی یہ مراد تھی کہ جیسا کہ میں کہا کرتا تھا کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ سواب یہ وہی موعود وقت آ گیا ہے اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ان الفاظ میں گویا حضرت صاحب نے مجھے ایک رنگ میں تسلی دی تھی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ وہی مقدر وقت ہے جس کے متعلق میں خدا سے علم پا کر ذکر کیا کرتا تھا اور جس طرح خدا کا یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ اسی طرح خدا کے دوسرے وعدے بھی جو میرے بعد خدائی نصرت وغیرہ کے متعلق ہیں۔ پورے ہوں گے اور خدا تم سب کا خود کفیل ہوگا۔ نیز حضرت والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر ہو جایا کرتی تھی۔ جس سے بعض اوقات بہت کمزوری ہو جاتی تھی............ اور آپ اسی بیماری سے فوت ہوئے۔)

﴿13﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت لکھ رہے تھے ایک دفعہ جب آپ شریف (یعنی میرے چھوٹے بھائی عزیزم مرزا شریف احمدؐ) کے مکان کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ مولوی محمدؐ علی سے ایک انگریز نے دریافت کیا تھا کہ جس طرح بڑے آدمی اپنا جانشین مقرر کیا کرتے ہیں مرزا صاحب نے بھی کوئی جانشین مقرر کیا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد آپ فرمانے لگے تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں محمود (خلیفۃ المسیح ثانی) کو لکھ دوں یا فرمایا مقرر کر دوں؟ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔

﴿14﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ ہیں جن کو دنیوی شان وشوکت کا خیال ہے کہ محکمے ہوں، دفاتر ہوں، بڑی بڑی عمارتیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے وہ ہیں جو کسی بڑے آدمی مثلاً

## موت کے وقت منہ سے پاخانہ اور خون

سیرت المہدی کے نیو ایڈیشن سے ایک عبارت کو غائب کر دیا گیا ہے قدیم 1935 والا ایڈیشن جس کی 500 کاپیاں چھپی تھیں اس میں کچھ حقائق نقل ہو گئے تھے لہذا خلیفہ کے حکم پر تمام کاپیوں کو تلف کر دیا گیا تھا اسی ایڈیشن میں روایت نمبر 12 میں یہ لکھا تھا کہ:

اور آپ پھر لیٹ گئے" میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا" ۔ یہ آخری تحریر جس میں غالبا زبان کی تکلیف کا اظہار تھا۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 10، 1935 قدیم ایڈیشن)

یعنی مرزا قادیانی کی موت کے وقت اس کے منہ سے پاخانہ اور خون نکل رہا تھا۔

## قدیم و جدید ایڈیشن کا اختلاف: متن کی گمشدگی کا سوال

سیرت المہدی کے قدیم (1935ء) ایڈیشن میں روایت نمبر 12 کے ضمن میں ایک عبارت شامل تھی جو بعد کے نیو ایڈیشنز میں موجود نہیں رہی۔ ناقدین کے نزدیک یہ محض طباعتی فرق نہیں بلکہ مواد کے اخراج (omission) کا معاملہ ہے۔ یہ سوال اسی وقت جنم لیتا ہے کہ جب قدیم ایڈیشن میں شامل ایک حساس جملہ بعد کے ایڈیشنز میں مکمل طور پر غائب ہو جائے، تو محقق کو اس حذف کی وجہ تلاش کرنا پڑتی ہے۔

## زیرِ بحث عبارت اور اس کا مفہوم

قدیم ایڈیشن سے منسوب عبارت کے مطابق آخری لمحات میں یہ کیفیت بیان کی گئی کہ

"میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا"

اور اسی کے ساتھ آخری تحریر کا ذکر آتا ہے جس میں غالباً زبان کی تکلیف کی طرف اشارہ تھا۔ ناقدین اس عبارت کو شدید وبائی ہیضہ/ معدی انہدام کی علامت کے طور پر پڑھتے ہیں،

جہاں جسم کے داخلی نظام مکمل طور پر بیٹھ جاتے ہیں اور مریض پر شدید علامات طاری ہو جاتی ہیں۔

## طبی زاویۂ نگاہ: شدید اسہالی بحران کی علامات

طبی ادب میں شدید اسہال یا وبائی کیفیت کے آخری مراحل میں قے، خون آلود اخراجات، بے ہوشی اور زبان کی تکلیف جیسی علامات کا ذکر ملتا ہے۔ ناقدین اسی طبی فریم ورک میں اس عبارت کی تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بیان وفات کے وقت جسمانی انہدام کی انتہا کی تصویر کشی کرتا ہے یعنی وہی بیماری جس کا ذکر پوری زندگی کے بیانات میں ملتا ہے، آخری لمحے میں شدید ترین صورت اختیار کر لیتی ہے۔

## متن کے اخراج کی ممکنہ توجیہات

یہاں ناقدین چند ممکنہ توجیہات پیش کرتے ہیں:

1. ادبی/سوانحی تنقیح: بعد کے ایڈیشنز میں ایسے مناظر کو حذف کیا گیا جو سوانح کے تقدسی اسلوب سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔

2. حساسیت: وفات کے آخری لمحات کی جسمانی تفصیلات کو غیر ضروری سمجھ کر نکال دیا گیا۔

3. داخلی ہم آہنگی: ایسی عبارت جو پہلے سے موجود روایات (نماز، تیمم، آخری تحریر) کے تقدسی بیانیے سے ٹکراتی ہو، اسے کم کر دیا گیا۔

اہم بات یہ ہے کہ حذف ہونے کی وجہ کچھ بھی ہو، قدیم و جدید ایڈیشن کے فرق نے سوال کو جنم دیا ہے۔

## تنقیدی نتیجہ: اختلافِ متن بطور تحقیقی قرینہ

اس پورے معاملے میں ناقدین کا زور اس بات پر ہے کہ:

☆ اگر قدیم ایڈیشن میں یہ عبارت موجود تھی اور بعد کے ایڈیشنز میں نہیں رہی،

☆ تو محقق کے لیے یہ اختلافِ متن بذاتِ خود ایک تحقیقی قرینہ ہے۔

☆ یہ قرینہ اس دعوے کو تقویت دیتا ہے کہ وفات کی جسمانی کیفیت بعد میں نرم/مختصر کر کے پیش کی گئی، جب کہ ابتدائی متن میں تفصیل زیادہ تھی۔

## احتیاط کے ساتھ خلاصہ

علمی دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ قدیم ایڈیشن سے منسوب عبارت ناقدین کے ہاں موجود ہے اور وہ اسے وفات کی شدید اسہالی کیفیت کی دلیل کے طور پر پڑھتے ہیں۔ بعد کے ایڈیشنز میں اس کا اخراج ایک سوال کھڑا کرتا ہے جس پر تحقیق کی گنجائش باقی ہے۔ نتیجہ حتمی دعویٰ نہیں بلکہ متنی اختلاف کی بنیاد پر تنقیدی تشریح ہے۔

آپ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ اتنے میں ڈاکٹر نے نبض دیکھی تو ندارد۔ سب سمجھے کہ وفات پا گئے۔ اور یکدم سب پر ایک سناٹا چھا گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد نبض میں پھر حرکت پیدا ہوئی۔ مگر حالت بدستور نازک تھی اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی۔ تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کیا۔ کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔ مگر آپ اسی حالت میں تھے۔ کہ غشی سی طاری ہو گئی۔ اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا۔ کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ مگر آپ جواب نہ دے سکے اسلیئے کاغذ قلم دوات منگوائی گئی۔ اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا لے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا۔ اور آپ پھر لیٹ گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے گو نکل رہا تھا اور گو کے ساتھ خون بھی شامل تھا۔ یہ آخری تحریر جس میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا۔ جناب والدہ صاحبہ کو دیدی گئی۔ نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی۔ بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھچ کھچ کر آتا تھا۔ خاکسار اس وقت آپکے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں۔ اطلاع دی گئی۔ وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ

## مدینے میں مرنے والا لاہور کی لٹرین میں مرگیا

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور میرا خدا یلاش مجھے کہتا ہے کہ:

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں

(تذکرہ صفحہ 556، الہام 14 جنوری 1906)

## الہام کا دعویٰ اور مقامِ وفات کی تعیین

مرزا قادیانی کے منسوب الہام میں یہ جملہ درج ہے کہ:

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"

یہ دعویٰ محض ایک عمومی خواہش نہیں بلکہ وحی کے طور پر پیش کیا گیا بیان ہے، جس کا لازمی تقاضا یہ بنتا ہے کہ وفات بھی انہی مقدس مقامات میں سے کسی ایک میں واقع ہو۔ اس قسم کے دعوے میں مقامِ وفات محض جغرافیہ نہیں رہتا بلکہ دعویٰ کی صداقت کا معیار بن جاتا ہے۔

## حقیقتِ حال: لاہور میں وفات

اس کے مقابلے میں سیرت المہدی کی تفصیلی روایات بالخصوص روایت نمبر 12 یہ واضح کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی کی آخری بیماری لاہور میں شدت اختیار کرتی ہے اور وہیں وفات واقع ہوتی ہے۔ یہ وفات کسی سفر، ہجرت یا مقدس مقام کی حاضری کے دوران نہیں بلکہ شدید اسہال، ضعف، قے اور بے بسی کی حالت میں ہوتی ہے۔ یوں مقامِ وفات کا یہ واقعہ الہامی دعوے سے براہِ راست متصادم نظر آتا ہے۔

## تقدسِ مدینہ بمقابلہ حقیقتِ لاہور

ناقدین کے نزدیک یہاں تضاد صرف مقام کا نہیں بلکہ بیانیے کا ہے۔ ایک طرف مدینہ یا مکہ جیسے مقدس مقامات کا ذکر ہے، جو روحانی عظمت اور قبولیت کی علامت سمجھے

جاتے ہیں دوسری طرف وفات کی حقیقت لاہور کے ایک مکان میں، شدید بیماری اور جسمانی انہدام کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ یہ تقابل خود بخود سوال اٹھاتا ہے کہ اگر الہام الٰہی تھا تو اس کی تکمیل کیوں نہ ہوئی؟

## الہام اور انجام کے درمیان خلیج

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ 1906ء کے الہام اور 1908ء کی وفات کے درمیان دو برس کا فاصلہ ہے۔ اس عرصے میں نہ مکہ کی حاضری ہوئی، نہ مدینہ کی، اور نہ ہی کسی ایسی تیاری کا ذکر ملتا ہے جو اس الہام کی تکمیل کی طرف اشارہ کرے۔ اس سے ناقدین یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ الہام اور عملی انجام کے درمیان ایک ناقابل انکار خلیج موجود ہے۔

## ہمارے رسالہ کے مرکزی بیانیے سے ربط

جب اس الہام کو مرزا قادیانی کی آخری بیماری کے تفصیلی بیان کثرتِ دست، چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام، ضعف، غشی اور وفات کے ساتھ جوڑا جائے، تو ایک واضح تصویر بنتی ہے: وہ شخص جو اپنی وفات کو مقدس مقامات سے جوڑ رہا تھا۔ اس کی زندگی کا اختتام شدید جسمانی بیماری اور لاہور میں وفات پر ہوا۔ یہی ربط رسالہ "مسیح ٹٹی موتر" کے استدلال کو مضبوط بناتا ہے کہ دعویٰ اور انجام کے درمیان واضح تضاد موجود ہے۔

## تنقیدی خلاصہ

علمی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے کہا جا سکتا ہے کہ مکہ یا مدینہ میں وفات کا بیان الہامی دعویٰ کے طور پر پیش کیا گیا۔ تاریخی و سوانحی روایات کے مطابق وفات لاہور میں ہوئی۔ اس تضاد کی توجیہ قادیانی مصادر میں صراحت سے موجود نہیں۔

نتیجتاً ناقدین کے نزدیک یہ معاملہ دعویٰ اور حقیقت کے عدمِ تطابق کی ایک نمایاں مثال بن جاتا ہے۔

**۱۴؍جنوری ۱۹۰۶ء** ''۱ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ ۲ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔
۳ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ یعنی یا تو قہری غلبہ کے وقت ہماری موت ہوگی جیسا کہ قہری غلبہ مکہ میں ہوا اور یا اس وقت ہماری موت ہوگی جبکہ طبعی جوش سے لوگ ہمارے تابع ہو جائیں گے گویا مدینہ کی سی حالت اس ملک کی ہو جائے گی اور اس طرح گویا ہم مدینہ میں مریں گے۔''[1]
(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۵۵)

**۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء** (الف) '' تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد ''[2]
(بدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(ب) ''صبح پیر کا دن ۱۵؍جنوری ۱۹۰۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ
امام الدین کی کنچنی بیوی گر پڑی ہوئی ہے۔''
(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲)

---

۱؎ (نوٹ از ناشر) الحکم مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ اور بدر مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ میں یہ الہامات مع تفصیل درج ہیں۔ بدر کی تحریر یوں ہے۔
''خدا نے ابتداء سے مقدّر کر چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے۔ خدائے رحیم کہتا ہے کہ سلامتی ہے۔ یعنی خائب و خاسر کی طرح تیری موت نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں، اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی۔ جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ فقرہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ مکہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقرہ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ مدینہ کی طرف۔''
۲؎ (ترجمہ از مرتّب) شاہِ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔
(نوٹ از مولانا جلال الدین شمسؓ) چنانچہ اس الہام کے بعد بالکل خلافِ توقع ایران میں جلد ہی شورِ بغاوت برپا ہوا اور مرزا محمد علی شاہِ ایران نے مجبوراً بتاریخ ۱۵؍جولائی ۱۹۰۹ء روس کے سفارت خانہ میں پناہ لی۔ آخر وہ تخت سے معزول کیا گیا اور پارلیمنٹ بنائی گئی۔ مفصّل دیکھیے ''دعوۃ الامیر'' تصنیف حضرت سیّدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز۔ انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۵۲۳ تا ۵۲۵ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ۔

## مرزا قادیانی کی لٹرین میں خلوت نشینی

مرزا قادیانی کی ٹٹی موتر سے اتنا پیار تھا کہ پوری زندگی لٹرین میں ہی رہنا پسند کرتا تھا لہذا لٹرین سے ابھی اس کی محبت زندگی بھر رہی جس کا ایک ثبوت قادیانی مفتی صادق کی کتاب ذکر حبیب میں ملتا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

### خلوت

حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ دن میں کسی ایک وقت ایک یا دو گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے۔گورداسپور میں جس مکان میں ہم سب منزل کئے ہوئے تھے اُس کی زمین کی منزل پر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا مگر پاخانہ کے واسطے کوٹھے کے اوپر اور جگہیں بھی تھیں۔پس اس نیچے والے کمرے کو حضور نے صاف کرایا۔ اُسے خوب دھویا گیا اور اُس پر فرش کیا گیا اور دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے قریب حضور بالکل علیحدہ اندر سے کنڈی لگا کر اس میں بیٹھے رہتے تھے۔

(ذکر حبیب مصنف قادیانی مفتی صادق، صفحہ 27)

## مرزا قادیانی کی لٹرین میں خلوت نشینی

قادیانی مفتی صادق کی کتاب "ذکر حبیب" میں جس "خلوت" کا ذکر آیا ہے، وہ محض روحانی تنہائی نہیں بلکہ مقامِ خلوت کے اعتبار سے غیر معمولی ہے۔بیان کے مطابق گورداسپور کے مکان میں زمین کی منزل پر ایک چھوٹا کمرہ تھا "جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا"۔ اسی کمرے کو صاف کروا کر، دھلوا کر اور فرش کروا کر مرزا قادیانی روزانہ دو سے تین گھنٹے اندر

سے کنڈی لگا کر بیٹھتا تھا۔ ناقدین کے نزدیک یہاں سوال وقت کا نہیں بلکہ جگہ کے انتخاب کا ہے۔

## عبادت یا عادت: خلوت کے محلِ وقوع کی معنویت

عام طور پر روحانی خلوت کے لیے مسجد، حجرہ، کمرہ یا کسی پاک و مخصوص مقام کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ مگر اس روایت میں جس جگہ کا ذکر ہے، وہ اپنی سابقہ حیثیت میں رفعِ حاجت کے لیے مختص تھی۔ ناقدین کے مطابق، اگر مقصد محض تنہائی یا ذکر تھا تو مکان کے دیگر کمروں کی موجودگی میں اسی جگہ کا انتخاب ایک معنی خیز نکتہ بن جاتا ہے، خاص طور پر اس پس منظر میں کہ مرزا قادیانی خود اپنی تحریروں میں کثرتِ پیشاب و دست کا اعتراف کرتا رہا ہے۔

## صفائی کے بعد بھی شناخت باقی رہتی ہے

یہ بات درست ہے کہ مفتی صادق کے مطابق اس کمرے کو صاف کیا گیا، دھویا گیا اور اس پر فرش کیا گیا۔ مگر ناقدین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ صفائی سے استعمال کی سابقہ شناخت مٹ نہیں جاتی۔ جس جگہ کو خود راوی "پاخانہ کے لئے استعمال ہونے والا کمرہ" قرار دے رہا ہو، اس کی علامتی حیثیت برقرار رہتی ہے۔ اسی لیے ناقدین اسے محض ایک صاف کمرہ نہیں بلکہ پرانے استعمال کے ساتھ جڑی ہوئی جگہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔

## خلوت کی مدت اور اندر سے کنڈی: عادت کا پہلو

روایت کے مطابق مرزا قادیانی دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے لیے اندر سے کنڈی لگا کر اسی کمرے میں بیٹھتا تھا۔ ناقدین کے نزدیک یہ محض مختصر خلوت نہیں بلکہ ایک روزمرہ معمول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب اس معمول کو اس کی طویل بیماری کثرتِ پیشاب، کثرتِ دست، ضعف کے بیانات کے ساتھ رکھا جائے تو یہ تاثر مضبوط ہوتا ہے کہ یہ خلوت جسمانی عوارض کے انتظام سے بھی جڑی ہوئی تھی، نہ کہ صرف روحانی مشغولیت سے۔

## داخلی مصادر کی غیر ارادی شہادت

اہم بات یہ ہے کہ یہ بیان کسی مخالف یا ناقد کی کتاب سے نہیں بلکہ قادیانی مفتی صادق کی اپنی تحریر سے لیا گیا ہے، جو مداحانہ انداز میں واقعہ بیان کر رہا ہے۔ ناقدین کے نزدیک یہی اس روایت کی سب سے بڑی اہمیت ہے کہ اندرونی مصادر غیر ارادی طور پر ایسے حقائق محفوظ کر لیتے ہیں جو بعد میں تنقیدی مطالعے میں مختلف معنی اختیار کر لیتے ہیں۔

## سوانحی بیانیہ اور انجام کا ربط

جب "ذکرِ حبیب" کے اس بیان کو سیرت المہدی میں مذکور آخری بیماری چارپائی کے قریب رفعِ حاجت کا انتظام، شدید ضعف، اور اسہالی موت کے ساتھ جوڑا جائے تو ایک مسلسل بیانیہ سامنے آتا ہے۔ ناقدین کے نزدیک یہ تسلسل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لٹرین یا رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی جگہیں مرزا قادیانی کی زندگی کے مختلف مراحل میں نمایاں رہیں، حتیٰ کہ وفات کے آخری لمحات تک۔

## تنقیدی خلاصہ

تنقیدی مطالعے کے مطابق:

☆ "خلوت" کے لیے منتخب کی گئی جگہ اپنی سابقہ شناخت میں رفعِ حاجت سے جڑی ہوئی تھی۔

☆ یہ انتخاب ایک وقتی اتفاق نہیں بلکہ روزمرہ معمول کے طور پر بیان ہوا ہے۔

☆ یہ بیان اندرونی قادیانی ماخذ سے ہے۔

☆ اور یہ سب کچھ اس مجموعی تصویر سے ہم آہنگ ہے جو مرزا قادیانی کی دائمی بیماری اور انجام کے حوالے سے سامنے آتی ہے۔

کٹواتے اور سر اور ڈاڑھی پر حجّام سے مہندی لگواتے - مہندی کے سبب سے آپ کے بال سُرخ رہتے تھے لیکن آخری سالوں میں حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نے ایک نسخہ تیار کیا تھا کہ اس کو مہندی میں ملا لیا جائے تو نزلہ اور زکام کا خوف نہیں رہتا تھا - لیکن اس نسخہ میں ساتھ ہی یہ خاصیّت بھی تھی کہ اِس سے بالوں میں سیاہی آ جاتی تھی - اِس واسطے آخری سالوں میں حضورؑ کے بال سیاہ ہی نظر آتے تھے -

حضورؑ کی عادت تھی کہ ہمیشہ گھر سے باہر عصاء اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور جب کبھی سفر میں یا سیر پر یا نماز جمعہ کے لئے جامعہ مسجد کو تشریف لے جاتے تو عصاء ضرور آپ کے ہاتھ میں ہوتا -

## خلوت

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی عادت تھی کہ دِن میں کسی ایک وقت ایک یا دو گھنٹہ کے واسطے سب سے بالکل علیحدہ ہو جاتے تھے - گورداسپور میں جس مکان میں ہم سب منزل کئے ہوئے تھے اُس کی زمین کی منزل پر دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو پاخانہ کے لئے استعمال ہوتا تھا مگر پاخانہ کے واسطے کوٹھے کے اُوپر اور جگہیں بھی تھیں - پس اس نیچے والے کمرے کو حضورؑ نے صاف کرایا - اُسے خوب دھویا گیا اور اُس پر فرش کیا گیا اور دوپہر کے وقت دو یا تین گھنٹے کے قریب حضورؑ بالکل علیحدہ اندر سے کُنڈی لگا کر اس میں بیٹھے رہتے تھے -

## نظم سُنتے

اگر کوئی دوست اپنی کوئی نظم یا تصنیف سُنانا چاہتے تو مجلس میں سُن لیتے تھے - نظم میں اگر کچھ خامیاں یا غلطیاں ہوتیں تو کچھ گرفت نہ کرتے تھے - ایک دفعہ ایک احمدی عبدالرحمٰن نام فرید آبادی نے اپنی نظم سُنائی جس سے مجلس میں سب لوگ بہت ہنسے اور حضرت صاحبؑ بھی ہنستے رہے -

## ضروراتِ شِعری

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب جو بعد میں مُرتد ہو گئے تھے اُنہوں نے ایک دفعہ اپنی ایک نظم سُنائی جو غلط تھی اور اس میں بیجا طور پر وزن پورا کرنے کے لئے بعض حروف پر تشدید کی گئی تھی - اِس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے نفرت کا اظہار کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا مولوی صاحب کیا آپؓ نے یہ کبھی نہیں سُنا

؎ ضروراتِ شِعری چو ضرّور شد　　تشدّید حرُوف چرّا نباشد

## جیب میں گڑ اور مٹی کے ڈھیلے

مرزا قادیانی کو چونکہ دن اور رات میں سو سو بار پیشاب آتا تھا تو مٹی کے ڈھیلوں کی استنجاء کے لیے ضرورت پیش آیا کرتی تھی جس کو پنجابی میں وٹوانی کہتے ہیں لہذا مرزا قادیانی جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھتا تھا اور چونکہ مرزا کو گڑ بھی پسند تھا تو دوسری جیب میں گڑ کے ڈھیلے رکھتا تھا کئی دفعہ ایسے ہوا کہ مرزا قادیانی وٹوانی کے لئے مٹی کے ڈھیلوں کی بجائے گڑ کے ڈھیلوں سے استنجاء کرتا رہا۔ پہلے یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

آپ کو شیرینی سے بہت پیار تھا اور مرض بول بھی عرصہ سے آپ کو لگی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ صفحہ 67 مرتبہ معراج الدین عمر قادیانی)

مرتب معراج الدین عمر قادیانی کی کتاب "مسیح موعود کے مختصر حالات" میں جو بیان نقل ہوا ہے، وہ مرزا قادیانی کی ایک ایسی روزمرہ عادت کو ظاہر کرتا ہے جو محض ذوقِ خوراک تک محدود نہیں رہتی بلکہ جسمانی ضرورت اور بیماری کے پس منظر میں معنی اختیار کر لیتی ہے۔ عبارت کے مطابق ایک ہی زمانے میں جیب میں مٹی کے ڈھیلے اور گڑ کے ڈھیلے رکھے جاتے تھے۔ ناقدین کے نزدیک یہاں اصل سوال چیزوں کی موجودگی کا نہیں بلکہ وجہِ موجودگی اور سیاق کا ہے۔ سابقہ حوالہ جات میں مرزا قادیانی خود کثرتِ پیشاب اور کثرتِ دست کا اعتراف کرتا رہا ہے۔ اسی تناظر میں جیب میں مٹی کے ڈھیلے رکھنے کا ذکر ناقدین کے نزدیک غیر معمولی نہیں بلکہ مرض کے ساتھ مربوط دکھائی دیتا ہے۔ جب کسی شخص کو دن میں بار بار رفعِ حاجت پیش آئے تو اس کے ساتھ فوری استنجاء کے انتظامات رکھنا ایک عملی ضرورت بن جاتا ہے، اور یہی نکتہ اس روایت کو محض عادت سے بڑھا کر مرض کی علامت بنا دیتا ہے۔

چاہتی تھی کہ آپ نوکری پر ڈٹے رہیں اور خوب استغراق سے کام کرکے کوئی بڑا معزز عہدہ حاصل کریں لیکن محبت اس بات پر نہ دیتی تھی کہ کچھ بھی ہو ہم اپنے ایسے لخت جگر کا آنکھوں سے دور رہنا برداشت نہیں کرسکتے۔ اس بحث میں محبت غالب آئی۔ اور تقاضا کیا کہ آپ نوکری چھوڑ کر گھر پہنچ جائیں۔ اس حکم کو بھی آپ نے بسروچشم قبول فرمایا اور فوراً استعفا دیکر ملازمت سے سبکدوشی حاصل کرلی اور گھر پہنچ گئے۔ اگرچہ خدا خدا کرکے آپکو ملازمت وغیرہ کے دھندوں سے مخلصی ہوئی تھی اور خیال تھا کہ اب آپکو خلوت اور فراغت میسر آجائے گی لیکن قادیان پہنچتے ہی والد صاحب نے بدستور آپکو زمینداری کے کاموں میں مصروف کردیا۔ مگر اس جگہ آپ اپنے کام کے لیے بہت وقت نکال لیتے۔ اور اکثر قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں مشغول رہتے اور بسا اوقات والد صاحب کو بھی وہ کتابیں سنایا کرتے تھے۔ میرزا غلام مرتضےٰ صاحب کا تکیہ کلام ہے یا کہنا "یعنے (یہ بات کہ نہیں تھا)۔ انہوں نے آپ کی کاروبار دنیا سے نفرت اور تقوے وتزکیہ میں کوشش کی شدت اور مطالعہ وتوغل کتب میں مشغولیت اور محویت دیکھ کر یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ دنیا کے کسی کام کے لائق نہیں۔ اور اکثر دوستوں کے آگے یہی بات پیش کیا کرتے کہ مجھے تو غلام احمد کا فکر ہے کہ یہ کہاں سے کھائیگا اور اسکی عمر کس طرح کٹے گی۔ بلکہ بعض دوستوں کو یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہی اسکو سمجھاؤ کہ وہ اس استغراق کو چھوڑ کر کمانے کے دھندے میں لگے۔ اگر کبھی اتفاق سے ان سے کوئی دریافت کرتا کہ مرزا غلام احمد کہاں ہیں؟ تو وہ یہ جواب دیتے کہ مسجد میں جاکر سقادہ کی ٹوٹنی میں تلاش کرو۔ اگر وہاں نہ ملے تو مایوس ہوکر واپس مت آنا۔ مسجد کے اندر چلے جانا اور وہاں کسی گوشہ میں تلاش کرنا اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر بھی ناامید ہوکر لوٹ مت آنا کسی صف میں دیکھنا کہ کوئی اسکو لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو زندگی میں مرا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی اسے صف میں لپیٹ دے تو وہ آگے سے حرکت بھی نہیں کریگا۔ آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی عرصہ سے آپکو لگی ہوئی ہے اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جو اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جسکے باعث سے اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے۔

دراصل والد کی زندگی بھی آپکے لیے ایک مکتب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے اسقدر حسرت اور ندامت ظاہر کیا کرتے تھے کہ سن کر رونا آتا تھا۔ بارہا کہا کرتے تھے کہ میں نے جسقدر اس پلید دنیا کے لیے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لیے کرتا تو شاید آج قطب یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؎ عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند ﴿ بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند کئی دفعہ آپ اپنا بنایا ہوا یہ شعر رقت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے ؎ از در تو اے کس ہر بیکسے ﴿ نیست امیدم کہ بروم نا امید (آب دیدۂ عشاق وخاکپائے کسے ﴿ مرا دلے ست کہ درخون تپد بجائے کسے) ایکدفعہ انہوں نے خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔ تو میں اسوقت آپکی طرف پیشوائی کے لیئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے خیال کیا کہ کچھ نذر پیش کرنی چاہیئے یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جس میں صرف ایک روپیہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی کھوٹا ہے یہ دیکھ کر میں چشم پرآب ہوگیا!